مرثیہ درحال شبیہ پیغمبر حضرت علی اکبرؑ

(بند ۱۵۴)

استاذالاساتذہ نواب مولانا سید اصغر حسین فاخرؔ اجتہادی

(۱)

یارب بہار میں کوئی گلشن خزاں نہ ہو
برسوں کا جو ریاض ہو وہ رائگاں نہ ہو
نورِ نظر نگاہِ پدر سے نہاں نہ ہو
پھر موت ہے بشر کی جو آرامِ جاں نہ ہو
یوں ایک دن میں دولت اولا دلٹ نہ جائے
جنگل میں ساتھ ایسے گل تر کا چھٹ نہ جائے

(۲)

قوت پدر کے جسم کی ہے نوجواں پسر
آنکھوں کا نور دل کی تواں راحتِ جگر
اس سے ضیائے چشم ہے سوچے اگر بشر
پھر کور ہے وہ آنکھ، نہ ہو روشنی اگر
زینت ہے گھر کی، آنکھ کی پتلی کا نور ہے
راحت ہے دل کی، قلب وجگر کا سرور ہے

(۳)

ہے نور چشم چہرۂ فرزند خوش جمال
ہر دکھ میں اس سے باپ کا رہتا ہے جی بحال
کیا کیا نہیں پہنچتے ہیں رنج وغم و ملال
پر دل یہ چاہتا نہیں مر جائے نو نہال
ہر وقت سوز غم سے کلیجہ فگار ہے
راحت نہ رات کو ہے نہ دن کو قرار ہے

(۴)

ساماں اگر ہزار مہیا ہو عیش کا
اور یہ اگر نہ پاس ہو پھر کچھ نہیں مزا
دنیا کا چین ہے غم و اندوہ سے سوا
پُر داغ اس سے رہتا ہے قلب وجگر سدا
جینے کا کچھ مزا نہیں جب دل کو یاس ہو
تکلیف میں بھی دولتِ اولاد پاس ہو

(۵)

یہ زخم وہ ہے، قلب وجگر جس سے چاک ہے
اس درد لا علاج کا دل سے تپاک ہے
اس رنج سے ہر ایک کا دل دردناک ہے
بیٹے کے بعد باپ کے جینے پہ خاک ہے
حاصل کسی کے دل کو جہاں میں یہ غم نہ ہو
سب کچھ ہوں غم، پہ ایک پسر کا الم نہ ہو

(۶)

لکھا ہے جب جدا ہوا یوسف سا نونہال
روئے تھے ان کے ہجر میں یعقوب سات سال
گو جانتے تھے قید میں زندہ ہے میرا لال
لیکن ملالِ ہجر سے تھی زندگی وبال
کہتے تھے داغ نور نظر دے گیا مجھے
بینائی میں ہے فرق نہیں سوجھتا مجھے

(۷)

اب دیکھو صبر سبط رسالت مآبؑ کا
کیا ضبط ہے کہ چپ ہیں شہنشاہ کربلا
رخصت طلب ہے باپ سے ہم شکل مصطفیٰؐ
گو جانتے ہیں مرنے کو جاتا ہے دل ربا
گردن جھکائے بیٹھے ہیں لب پر فغاں نہیں
سینے میں دل کو ضعف سے تاب وتواں نہیں

(۸)

ہے وہ پسر جو حسن میں یوسف سے ہے دوچند
بے مثل ہے حسینوں میں بیشک یہ ارجمند
دونوں جہاں ہیں عارض روشن سے بہرہ مند
ایسے حسیں کو ہائے اجل نے کیا پسند
اکبرؑ پدر کو داغ جوانی کا دے چلے
جس وقت موت لے گئی تنہا چلے گئے

(۹)

جو بن پہ ہے ابھی رخِ گل رنگ کی بہار
بے سبزہ گورے گورے ہیں وہ پھول سے عذار
آثار ہیں شباب کے چہرے سے آشکار
اس سن میں ہائے موت سے ہوتے ہیں ہم کنار
صدمے سے تن حسینؑ کا زارو نحیف ہے
رعشہ ہے ہاتھ پاؤں میں اور دل ضعیف ہے

(۱۰)

ماں باپ چاہتے ہیں برو مند ہو پسر
کیا خوش ہو دل جو نخل تمنا ہو بارور
ہے باغیوں کا قصد کہ کاٹیں وہی شجر
حاصل نہ اس نہال سے ہو شاہؑ کو ثمر
اٹھ جائے نامراد وہی اس جہان سے
شان رسولِ حق ہے عیاں جس کی شان سے

(۱۱)

زینبؑ کو یہ ہوس ہے کہ دولہا بناؤں میں
اس لالہ رخ کے گھر میں دلہن بیاہ لاؤں میں
کہتی ہے یہ قضا وہ نئے گل کھلاؤں میں
اس گل سے کربلا کی زمیں کو بساؤں میں
حاصل نہ ہو ثمر اسے نخل شباب سے
جائے یہ تشنہ کام جہان خراب سے

(۱۲)

ہر دم یہ رو کے کہتے ہیں سلطان دیں پناہ
ہے ہے جواں بھی ہونے نہ پایا یہ رشک ماہ
مرنے کا اس کے داغ نہ اٹھے گا آہ آہ
اکبرؑ ابھی گئے نہیں اور حال ہے تباہ
کیونکر کہوں کہ صبر مرے دل کو آئے گا
اس کا تو داغ ہم سے اٹھایا نہ جائے گا

(۱۳)

باہر سے آئے خیمے میں روتے ہوئے امامؑ
تعظیم کو کھڑے ہوئے اہل حرم تمام
آل نبیؐ نے آکے کیا گرد اژدہام
آنسو بہا کے بولی یہ بانوئے تشنہ کام
لائے نہ ساتھ اکبرؑ عالی وقار کو
چھوڑا کہاں حضورؑ مرے گلعذار کو

(۱۴)

فرمایا شہؑ نے کیا کہوں اے سوختہ جگر
روتا ہے در پہ خیمے کے باہر ترا پسر
مرنے کی مانگتا ہے اجازت وہ نامور
اب بے چراغ ہوتا ہے صاحب ہمارا گھر
کم تھا نہ داغ بھائی کا مجھ دل فگار کو
تقدیر اب چھڑاتی ہے اس گلعذار کو

(۱۵)

بانو یہ داغ ہم سے اٹھایا نہ جائے گا
زخم جگر پہ زخم یہ کھایا نہ جائے گا
ہاتھوں سے اس پسر کو گنوایا نہ جائے گا
روشن چراغ گھر کا بجھایا نہ جائے گا
زنہار اٹھ سکے گا نہ ایسے پسر کا داغ
آنکھوں سے کوئی پوچھ لے نورِ نظر کا داغ

(۱۶)

یہ ذکر تھا کہ خیمے میں آیا وہ گل عذار
لپٹی پسر سے دوڑ کے بانوئے دل فگار
لے کر بلائیں اکبرؑ مہرو کی ایک بار
بولی کہاں تھے دیر سے واری یہ ماں نثار
ہتھیار سج کے باپ کے ناصر کدھر چلے
اے میرے کربلا کے مسافر کدھر چلے

(۱۷)

للہ گھر سے اکبرؑ مہرو نہ جاؤ تم
مضطر کمال ہیں شہِؑ خوشخو نہ جاؤ تم
دشمن کھڑے ہیں دشت میں ہر سو نہ جاؤ تم
دل پر نہیں پدر کے ہے قابو نہ جاؤ تم
برباد یوں کسی کا نہ سرسبز باغ ہو
ظلمت سرا وہ گھر ہے نہ جس میں چراغ ہو

(۱۸)

برباد کر چلے مرے ارمان دل کے ہائے
جانے وہی یہ داغ، پسر جس سے چھوٹ جائے
جلدی جہاں سے خالق اکبر مجھے اٹھائے
دیکھوں نہ تیرا داغ اگر مجھ کو موت آئے
پھولے پھلے نہ تم چمن روزگار میں
کیا قہر ہے کہ آئی خزاں کس بہار میں

(۱۹)

میں کہتی تھی کہ خیر سے گذرے جو یہ برس
منت بڑھاؤں دھوم سے ہے یہ مجھے ہوس
ہے ہے کٹا نہ آپ کو اٹھارواں برس
پیارے قضا سے چل نہیں سکتا کسی کا بس
حسرت نے خوں کیا ہے جگر، دل اداس ہے
یا آج ہم کو آپ کے جینے سے یاس ہے

(۲۰)

شادی تھی یہ کہ بیاہ کے لاؤں گی میں دلہن
پھولے پھلے گا آپ کی اولاد کا چمن
اس کی خبر نہ تھی کہ لٹے گی یہ بے وطن
ہے ہے یہ کیا فلک نے کیا ظلمِ پُر محن
پھولے پھلے نہ تم چمن روز گار میں
کیا قہر ہے کہ آئی خزاں کس بہار میں

(۲۱)

سچ ہے بلا میں ہے پسر ضیغم صمد
دشمن حسینؑ کے ہیں یہ سب بانئ حسد
کیونکر نہ اپنے باپ کی اس دم کرو مدد
اچھا شریک حال رہو تا بلا ہو رد
تم کو بھی ساتھ چھوڑنا ہرگز روا نہیں
یہ بے وفائی شیوۂ اہل وفا نہیں

(۲۲)

مادر سے روکے اکبرؑ ناشاد نے کہا
غیروں نے سر حسینؑ کے بدلے کیا فدا
اور ہم سے حق پدر کا نہ کچھ ہو سکا ادا
اس وقت اما جان یہ انصاف کی ہے جاہ
مانگو دعا جہاں سے گذرنا نصیب ہو
اکبرؑ کو آگے باپ کے مرنا نصیب ہو

(۲۳)

گر سو برس جیوں گا تو پھر آئے گی اجل
مر جانا آج نیک ہے البتہ یہ عمل
عزت رہے جو تیغ تلے جائے دم نکل
برسوں رہے گا غم جو گیا آج وقت ٹل
ہوں سرخرو، جو سر مرا قاتل جدا کرے
جلدی کہیں شہیدوں میں داخل خدا کرے

(۲۴)

دنیا مقام سیر ہے رہنے کی جا نہیں
جائے گا وہ جو آج یہاں سے گیا نہیں
وہ کون شے ہے جس کو جہاں میں فنا نہیں
جز ذاتِ کردگار کسی کو بقا نہیں
خاک ایسی زندگی پہ جو گھر کی صفائی ہو
اب ہے یہی ہوس سر و تن میں جدائی ہو

(۲۵)

محشر میں چاہتی ہو نہ توقیر پائیں ہم
بابا کے نانا جان سے خفت اٹھائیں ہم
دادی کے آگے جاتے ہوئے شرم کھائیں ہم
سب داخل بہشت بریں ہوں، نہ جائیں ہم
قاسمؑ بجھائیں تشنگی کوثر کے آب سے
دادا کے پاس جا نہ سکیں ہم حجاب سے

(۲۶)

چپ ہورہی یہ سنتے ہی بس مادر حزیں
رو کر کہا، خیال گر اس کا ہے مہ جبیں
اچھا سدھارو، تم کو میں اب روکتی نہیں
راضی ہوں زیر تیغ ستم سر رکھو کہیں
دل پر ترے فراق کے صدمے اٹھاؤں گی
اب اور کوئی بات زباں پر نہ لاؤں گی

(۲۷)

لیکن پھوپی سے جاکے رضا رن کی لیجئے
زینبؑ کو صدقے جاؤں رضا مند کیجئے
حاضر دل وجگر ہے مرا داغ دیجئے
پھر رن میں جاکے جام شہادت کا پیجئے
سمجھی میں زندگی تمہیں اب ناگوار ہے
جو مصلحت کریم کی، کیا اختیار ہے

(۲۸)

جب یہ کلام بانوئے ناشاد کا سنا
خوش ہو کے آیا پاس پھوپھی کے وہ مہ لقا
تسلیم کرکے زینبؑ ناشاد سے کہا
ماں سے رضا تو لے چکے اب آپ دیں رضا
سردے کے غیر سبطؑ نبی پر فدا ہوئے
ہم اب تلک نہ حقِ پدر سے ادا ہوئے

(۲۹)

زندہ نہیں ہے اب کوئی شہؑ کا رفیق ویار
اب میں ہوں یا ہے دلبر محبوب کردگار
خالق رکھے جہان میں بابا کو برقرار
میداں سے بڑھتی آتی ہے فوج ستم شعار
مہلت اسی طرح کی جو لڑنے کی پائیں گے
سب اہل شام خیمۂ عصمت پہ آئیں گے

(۳۰)

ہے مصلحت اسی میں کہ لڑنے کو جائیں ہم
دکھلائیں سب کو جوہر شمشیر برق دم
رخصت میں دیر ہوگی جو اے آسماں حشم
بہر نبرد جائیں گے خود سرورؑ امم
بگڑے ہمارے کام بنائیں حضور بھی
الفت سے میری ہاتھ اٹھائیں حضور بھی

(۳۱)

یہ بات سن کے زینبؑ مضطر نے رو دیا
اکبرؑ کے منھ کو دیکھ کے حسرت سے یہ کہا
مجھ سے رضا نہ مانگئے لڑنے کی میں فدا
کس دل سے ماں نے آپ کو دی رخصت وغا
صدقے پھوپھی ہو منھ سے نہ جانے کا نام لو
غش کھا کے گر پڑوں نہ کہیں مجھ کو تھام لو

(۳۲)

بھابھی سے پوچھو صبح سے جو میرا حال ہے
اک ایک کی جدائی کا رنج وملال ہے
غم کا ہجوم دل پہ ہے صدمہ کمال ہے
ہوتا ہے گھر تباہ یہ ہر دم خیال ہے
اک رنج تم نے اور دیا دل کو آن کے
بن موت مجھ کو مارتے ہیں آپ جان کے

(۳۳)

اے نور عین حال پدر پر نظر کرو
برباد یوں نہ سبط پیمبرؐ کا گھر کرو
تیغ غم و الم سے نہ زخمی جگر کرو
اے لال! رحم مادر مغموم پر کرو
حسرت سے دیکھتی ہے تمھیں، بے حواس ہے
ظاہر یہ رخ سے ہوتا ہے پیارے ہراس ہے

(۳۴)

ہاتھوں سے سر کو تھام کے رویا وہ گلعذار
رکھ دی کمر سے کھول کے شمشیر آبدار
کی عرض اب نہ جاؤں گا اے آسماں وقار
مجھ سا بھی بدنصیب نہیں کوئی زینہار
اک بار بھولے دل سے سب اس تشنہ کام کو
کرتی نہیں ہے یاد اجل بھی غلام کو

(۳۵)

بولیں یہ رو کے زینبؑ غمگین وخستہ حال
چشم گہر فشاں نہ کرو رو کے لال لال
کیوں روکنے پہ ہوگئے آزردہ تم کمال
راز ونیاز کے یہ سخن سب تھے میرے لال
تم کو قلق ہو کچھ یہ گوارا نہیں مجھے
لیکن یہ داغ سہنے کا یارا نہیں مجھے

(۳۶)

پالا ہے کس طرح تمھیں راتوں کو جاگ کر
سو سو طرح کے دکھ سہے اک جان زار پر
دن آئے جب شباب کے اے غیرت قمر
کرتے ہو تیغ ہجر سے زخمی دل و جگر
اس دم جو روح تن سے نکل جائے خوب ہے
اس دکھ بھری کو موت جو آئے تو خوب ہے

(۳۷)

بچپن سے آج تک تمھیں غمگیں کیا نہیں
راضی ہوں، جس میں خوش ہو تم اے میرے مہ جبیں
گر ہے یہ آرزو کہ ہو قربان شاہؑ دیں
لو جاؤ دی رضا تمھیں اے میرے مہ جبیں
برچھی ستم کی چاند سی چھاتی پہ کھاؤ تم
یہ پیاس آب تیغ سے جا کر بجھاؤ تم

(۳۸)

دے جاؤ داغ خیر جو کچھ مرضیٔ خدا
دل جانتا ہے دی تمھیں جس طرح سے رضا
ہم نے تو ہر طرح دل مضطر پہ غم سہا
لاؤ پدر سے جا کے مگر رخصت وغا
ارمان سب مٹیں چمنِ روزگار میں
تاراج ہوگا باغ جوانی بہار میں

(۳۹)

خوش خوش پھوپھی کے پاس سے اٹھا وہ نوجواں
پیچھے پسر کے بانوئے بیکس ہوئی رواں
بیٹھے تھے جس جگہ پہ شہنشاہؑ دوجہاں
آیا وہیں پہ ہاتھوں کو جوڑے وہ خوش بیاں
دیکھا کہ فرش خاک پہ مولا تڑپتے ہیں
تھامے کلیجہ ہاتھوں سے بابا تڑپتے ہیں

(۴۰)

جاری لب امامؑ پہ ہیں یاس کے کلام
کہتے ہیں صبر دے مجھے اے خالق انام
کیونکر اٹھائے داغ یہ مظلوم وتشنہ کام
اے موت جلد آ کہ ہو قصہ کہیں تمام
اے دم نکل کے سینے سے اکبرؑ کے ساتھ چل
اے جان اب شبیہ پیمبرؐ کے ساتھ چل

(۴۱)

کیوں اے فلک یہ ظلم اور آل رسولؐ ہائے
دشمن کو بھی فلک نہ اس آفت کا دکھ دکھائے
یوں دفعتاً خزاں نہ کسی بوستاں پہ آئے
بستی بسی ہوئی کوئی اس طرح لٹ نہ جائے
تاراج اس طرح سے نہ سرسبز باغ ہو
ظلمت سرا وہ گھر ہے نہ جس میں چراغ ہو

(۴۲)

ویراں نہ اس طرح ہو الٰہی کسی کا گھر
یوں ہو نہ مبتلائے مصیبت کوئی بشر
یہ سختیاں ہوں غم کی اگر کوہسار پر
صدمے سے آب آب ہو ہر سنگ کا جگر
خورشید آسماں پہ جو یہ واردات ہو
پھٹ کر گرے زمیں پہ فلک دن کو رات ہو

(۴۳)

رو کر ابھی یہ کہتے تھے شبیرؑ نامدار
بیٹھا پدر کے سامنے آکر وہ گلعذار
کی عرض ہاتھ جوڑ کے باچشم اشک بار
ماں نے پھوپھی نے ہم کو دیا اذنِ کارزار
مشکل میں اس غلام کی امداد کیجئے
مرنے کا اذن آپ بھی ارشاد کیجئے

(۴۴)

حضرت بھی ہم کو راہ خدا میں فدا کریں
مشکل کشا کے لال ہیں حاجت روا کریں
خلد بریں میں گھر ہمیں حضرت عطا کریں
غم میں نہ خانہ زاد کے آہ و بکا کریں
آفت میں کام آتا ہے فرزند باپ کے
مجھ سے پسر ہزار تصدق ہیں آپ کے

(۴۵)

کام آئے جاں نثار تو رہ جائے آبرو
کٹ جائے سر بدن سے تو ہاتھ آئے آبرو
لال آپ کا بھی مثل گہر پائے آبرو
جینے کا کیا مزا ہے جو مٹ جائے آبرو
دو رخصت وغا کہ سخی ہو، امامؑ ہو
نام آپ کا ہو خلق میں اور میرا کام ہو

(۴۶)

ساتھی ہمارے سب سوئے جنت ہوئے رواں
دنیا میں جی کے کیا کرے تنہا یہ خستہ جاں
درکار زندگی نہیں اب یاشہِؑ زماں
عباسؑ ہیں نہ قاسمؑ گل پیرہن یہاں
دل کو مرے فراق عزیزوں کا شاق ہے
جلدی ہو ان سے وصل یہی اشتیاق ہے

(۴۷)

رونے لگا یہ کہہ کے جو سبط نبیؐ کا ماہ
کس یاس سے یہ کہنے لگے شاہؑ دیں پناہ
کیونکر پھوپھی نے ماں نے دیا اذن رزم گاہ
روکا کسی نے بھی نہ تمہیں آہ، آہ، آہ
سچ ہے بشر کا زور نہیں کچھ اجل سے ہے
مٹتا نہیں لکھا ہوا جو کچھ ازل سے ہے

(۴۸)

قدموں پہ گر پڑا شہؑ دیں کے وہ مہ جبیں
سر کو لگا کے چھاتی سے بولے امامؑ دیں
بس بس نہ دل کڑھاؤ کہ طاقت رہی نہیں
اچھا سدھارو بہر وغا سوئے دشت کیں
اۓ گلعذار دل مرا ناشاد کرتے ہو
بستی بسی ہوئی مری برباد کرتے ہو

(۴۹)

بانو نے روکے زینبؑ مضطر کو دی صدا
آؤ ادھر، ستم ہوا اے بنت مرتضیٰؑ
سبط نبیؐ نے احمدؐ ثانی کو دی رضا
جاتا ہے اب جہان سے حضرت کا لاڈلا
ہے اضطراب دلبر خیرالانام کو
آکر کرو وداع مرے لالہ فام کو

(۵۰)

دوڑی یہ سن کے دختر خاتون روزگار
آئی قریب سبط پیمبرؐ وہ دل فگار
دیکھا کہ رو رہے ہیں امامؑ فلک وقار
لپٹا ہوا ہے سینۂ شہؑ سے وہ گلعذار
چہرہ ہے زرد فاطمہ زہراؑ کے ماہ کا
ابتر ہے حال قبلۂ عالم پناہ کا

(۵۱)

روکر کہا حضور نے اکبرؑ کو دی رضا
روکا نہ آپ نے بھی انہیں یاشہؑ ہدا
دل سے اک آہ کھینچ کے شبیرؑ نے کہا
بہنا خدا کے امر میں بندہ کو دخل کیا
آئی ہے موت لینے کو کیا اختیار ہے
زینبؑ یہی مشیت پروردگار ہے

(۵۲)

یہ کہہ کے خوب روئے امامؑ فلک مقام
لے کر چلے پسر کو شہنشاہؑ خاص وعام
دوڑے برہنہ سر حرم سید انام
تھا شور مرنے جاتا ہے حضرت کا لالہ فام
جنگل میں باغ لٹتا ہے زہراؑ کے لال کا
چھٹتا ہے باپ سے پسر اٹھارہ سال کا

(۵۳)

اب بے پسر کے بانوئے ناشاد ہوتی ہے
ہے ہے بہو بتول کی برباد ہوتی ہے
بے تاب غم سے یہ دم فریاد ہوتی ہے
اس دکھ زدی پہ تازہ یہ بیداد ہوتی ہے
ہے ہے کوئی مراد بھی پائی نہ تھی ابھی
منت بھی کوئی ماں نے بڑھائی نہ تھی ابھی

(۵۴)

زینبؑ نے دی صدا مرے گلفام الوداع
تنہا،غریب و بیکس و ناکام الوداع
اے ابن فاطمہؑ کے گل اندام الوداع
ہم دکھ زدوں کے راحت و آرام الوداع
دیکھی نہ کچھ بہار بھی باغ شباب کی
اے گلبدن خبر تھی نہ اس انقلاب کی

(۵۵)

خیمے کے در پہ آئے ادھر شاہؑ بحر وبر
لب خشک، رنگ زرد تھا، رخ آنسوؤں سے تر
پہلو میں آفتاب کے تھا جلوہ گر قمر
پردہ اٹھایا خیمے کا فضہؑ نے دوڑ کر
باہر ہوا جلوس شہؑ دیں پناہ کا
اک برج سے طلوع ہوا مہر و ماہ کا

(۵۶)

سائیس لایا دوڑ کے اکبرؑ کا راہوار
روکر کہا حسینؑ نے اے لال ہو سوار
تسلیم کرکے سبطؑ نبیؐ کو بہ انکسار
آیا قریب اسپ صبا دم وہ ذی وقار
بخشی جو صدرِ زیں کو ضیا اس غیور نے
لے لیں بلائیں چہرے کی ایک ایک حور نے

(۵۷)

صحرا میں تھا یہ شور زہے عزت و وقار
دیکھو زمیں پہ ماہ ہوا دن کو آشکار
کہتا تھا کوئی یہ بھی نہ مانیں گے زینہار
ثابت ہوا براق پہ احمدؐ ہیں یہ سوار
دنیا میں حسن رخ کی ضیا دور تک گئی
خورشید کی بھی آنکھ فلک پر جھپک گئی

(۵۸)

مصری پکارے، یوسف کنعاں ہے یہ جواں
شامی یہ کہتے تھے، مہ تاباں ہے یہ جواں
بلبل نے دی صدا، گل خنداں ہے یہ جواں
پریاں پکاریں، واہ سلیماں ہے یہ جواں
بولا کوئی فروغ ہے یہ کوہ طور کا
دی طور نے صدا کہ یہ شعلہ ہے نور کا

(۵۹)

رخ سے عیاں ہے حسنِ رسولِؐ فلک مقام
جنات کہتے تھے کہ ملک ہے یہ نیک نام
زلف سیاہ، شب ہے تو رخ ہے مہ تمام
کیا قدرت خدا ہے کہ اک جا ہیں صبح وشام
شملے کے دو سرے جو بصد ناز کھل گئے
شہباز حسن کے پرِ پرواز کھل گئے

(۶۰)

تعریفِ زلف، ذہن رسا سے محال ہے
تاریک ہے جو رات پریشاں خیال ہے
الجھن ہے دل کو فکر بھی مضطر کمال ہے
یہ بہر طائر دل عشاق جال ہے
تشبیہہ اس کی سنبل پیچاں سے ہیچ ہے
سنبل سے بھی کھلا نہیں، ان میں وہ پیچ ہے

(۶۱)

مشک ختن کہوں تو یہ ہے سربسر خطا
سنبل میں ایسے پیچ نہیں موبمو کھلا
خوشبو پہ اس کی واری ہیں نافے ہزارہا
زیبا ہے اس کی شان میں واللیل اذا سجا
لے کر نسیم نکہت زلف رسا گئی
صحرا تو کیا ہے، خلد بریں کو بسا گئی

(۶۲)

بے سایہ دھوپ میں جو رخ رشک ماہ ہے
حلقہ میں چاند کو لئے ابر سیاہ ہے
تاریک شب ہے، بال سے باریک راہ ہے
زلفیں نہیں حسینؑ کا یہ دود آہ ہے
کٹ جائے عمر طول لکھوں میں اگر کبھی
یہ شب وہ ہے کہ جس کی نہ ہوگی سحر کبھی

(۶۳)

ہاں اے قلم الجھ کے نہ چل راہِ پرُ خطر
اس رات کی بھی کر کوئی پیدا نئی سحر
صبح جبیں پہ اکبرؑمہرو کی کر نظر
مانند آفتاب ہے نور اس کا جلوہ گر
روشن اسی کے حسن سے سارا جہان ہے
یہ آئینہ وہ ہے جو سکندر کی جان ہے

(۶۴)

حسن جبیں سے صاف مکدر ہے آئینہ
جلوہ اسی کا ہے جو منور ہے آئینہ
اس کی ضیا کو دیکھ کے ششدر ہے آئینہ
اس آئینہ سے بھی کوئی بہتر ہے آئینہ
پیشانی کی چمک سے رخ مہر ماند ہے
سجدے کا یہ نشاں نہیں ماتھے پہ چاند ہے

(۶۵)

ہیں اس جری کے ابروئے خمدار بے مثال
قربان ان پہ ہوجئے یہ دل کو ہے خیال
محراب کعبہ یا ہے مہ عید کا ہلال
مردم نے کھینچ لی ہیں کمانیں دم جدال
کہتا ہے دل ہلال نہ زنہار دیکھئے
ابرو کا چاند دیکھ کے تلوار دیکھئے

(۶۶)

وہ چشم ہے کہ جس سے جلال آشکار ہے
ابروکی تیغ تیز بھی کیا آبدار ہے
بادام صدقے دیدۂ آہو نثار ہے
نرگس اسی کے عشق میں زار و نزار ہے
ہیں طاق حسن میں گل نرگس دھرے ہوئے
گویا صدف میں ہیں دُرغلطاں بھرے ہوئے

(۶۷)

رخسار گورے گورے ہیں گویا کہ دو قمر
مصحف سے رخ کو دیتے ہیں تشبیہ سب بشر
کب اس طرح ہے چہرہ خورشید جلوہ گر
ہے باغِ حسنِ چہرۂ گلگوں بہار پر
بلبل ہزار جان سے شیدا اسی کی ہے
پریوں کے دل کو چاہ ہمیشہ اسی کی ہے

(۶۸)

عکس رخ جری سے منور ہے آفتاب
کب آسماں پہ اس کے برابر ہے آفتاب
زہرا کے ماہ کا یہ مقرر ہے آفتاب
سایہ ہے آسماں پہ زمیں پر ہے آفتاب
آئے فروغ حسن سے ہیں بے شمار چاند
اک آفتاب رخ نے بنائے ہزار چاند

(۶۹)

ہیں وہ عقیق لب کہ خجل جن سے لعل ہے
مردے جلائے دم میں یہ ادنٰی کمال ہے
گویا ہیں ذکر حق میں ہمیشہ یہ حال ہے
مدح دہان تنگ زباں سے محال ہے
دم بند ان کے سامنے ہے ہر فصیح کا
شیرینئ سخن میں اثر ہے مسیح کا

(۷۰)

لب ہیں جو برگ گل سے تو غنچہ سا ہے دہن
جھڑتے ہیں پھول منہ سے جو کرتے ہیں یہ سخن
ہے اس دہان تنگ کا شہرہ چمن چمن
غنچہ پہ ہوتا ہے دہن تنگ طعنہ زن
غیرت سے باغ میں دل غنچہ دونیم ہے
دیکھو تو غور سے دہن تنگ میم ہے

(۷۱)

دانتوں میں وہ ضیا ہے کہ ہے برق شرمسار
یہ دُر وہ ہیں صدف نے کئے جن پہ دُر نثار
دندان و لب کا حسن ہے عالم پہ آشکار
یاقوت میں جڑے ہیں گہرہائے آبدار
بتیس بجلیاں سی برابر چمکتی ہیں
تاروں کی آسمان پہ آنکھیں جھپکتی ہیں

(۷۲)

چاہ ذقن کی چاہ میں عالم ہے مبتلا
یوسفؑ کا دل ہے آکے اسی چاہ میں گرا
کس درجہ خوش نما ہے صراحی سا یہ گلا
موسیٰ کا ہے یہ قول کہ جلوہ ہے نور کا
اللہ رے صفائی کہ آئینہ سینہ ہے
بغض وحسد سے پاک یہ بے کینہ سینہ ہے

(۷۳)

لاریب ہے یہ مخزن اسرار کبریا
گھر نور کا ہے، علم کا در، خانۂ صفا
مسکن ہے اس میں دل کاتو دل خانۂ خدا
صندوق، علمِ حق کا ہے سینہ دلیر کا
سینہ کو اس جناب کے کیا کیا شرف ملا
دریا میں کب گہر کو پھر ایسا صدف ملا

(۷۴)

ہے بازوؤں میں زور ید اللہ سربسر
اور ہاتھ میں ہیں عقدہ کشائی کے سب ہنر
دکھلائیں زور دست خدا انگلیاں اگر
سرمہ ہو پس کے چٹکی میں فولاد کا جگر
وہ پاؤں ہیں ثبات کوجس سے ثبات ہے
قائم انہیں قدم کے سبب کائنات ہے

(۷۵)

جلوہ دکھا رہا ہے عجب سر پہ خود سر
روشن چراغ نور ہے گویا کہ فرق پر
ثابت یہ ہے ضیا سے کہ ہے جلوہ گر قمر
یاآفتاب سایہ فگن آفتاب پر
رتبے بلند ہیں جو اس عالی جناب کے
ہے تاج نور سر پہ رسالت مآبؐ کے

(۷۶)

چار آئینہ سے آئینہ بھی شرمسار ہے
آئینۂ قمر بھی یہاں پُر غبار ہے
اس کی ضیا پہ ہر دل مومن نثار ہے
مانند آفتاب جھلک آشکار ہے
کیا منھ کسی کا، ہو جو خریدارِ آئینہ
گویا حصار تن ہوئی دیوارِ آئینہ

(۷۷)

چار آئینہ وہی وہی جوشن بنا زرہ
دیکھو تو کیا جوان ہے یہ اور کیا زرہ
پہنے ہے بر میں نور کے وہ مہ لقا زرہ
اللہ رے حسن تن کہ ہوئی پر ضیا زرہ
دستانوں میں ہیں ہاتھ کہ فانوس میں ہے شمع
قدرت خدا کی نور کے ملبوس میں ہے شمع

(۷۸)

کیا شان دے رہی ہے سپر پشت پاک پر
پتلی ہے چشم حور کی گویاکہ یہ سپر
بے مثل حسن میں ہے جو یہ غیرت قمر
گویا تہ سحاب ہے مہتاب جلوہ گر
گھوڑے پہ کس شکوہ سے یہ ارجمند ہے
اک نیزہ آفتاب زمیں سے بلند ہے

(۷۹)

آیا نہیں ہے گو ابھی رن میں یہ خوش جمال
لرزے میں ہے زمین تو جنبش میں ہیں جبال
تھرا رہی ہے فوج شقی بید کی مثال
تلوار پھینک دی ہے کسی نے، کسی نے ڈھال
بھاگڑ مچی ہوئی ہے سپاہ کثیر میں
دہشت سے تھرتھری ہے دل ہر شریر میں

(۸۰)

جانیں بچاؤ شیر سے اعدا میں ہے یہ شور
چھپ چھپ گئے ہیں خوف سے سرکش میان گور
بھاگا ہے دل سے صبر و قرار اور بدن سے زور
جو پیلتن تھے ڈر سے ہوئے جاتے ہیں وہ مور
دہشت سے ہر طرف کو یہ نقشہ عیاں ہوا
پانی میں خاک، خاک میں پانی نہاں ہوا

(۸۱)

سر اژدروں نے ڈر کے چھپائے ہیں غار میں
جنات خوف سے ہیں نہاں کوہسار میں
مردم پکارتے ہیں اماں ہر دیار میں
اس دن سے آج تک ہے تلاطم بحار میں
پریوں میں غُل ہے جان بچانا محال ہے
پوتے کو شیر حق کے غضب کا جلال ہے

(۸۲)

کیسی ترائی نہر کی شیروں سے بن چھٹا
بلبل سے گل، بہار چمن سے چمن چھٹا
ہیبت یہ تھی زبان سے طرز سخن چھٹا
اور لشکر یزید کے لوگوں سے رن چھٹا
جو گرم جو بہت تھے بدن ان کا سرد تھا
مانندِ کہربا رخِ خورشید زرد تھا

(۸۳)

ہلچل ہر اک طرف، تہ و بالا تھا سب جہاں
ساکت تھے مارے خوف کے سیار آسماں
صحرا میں چھٹ گئے تھے پرندوں سے آشیاں
فوج ستم سے ڈر کے گریزاں ہوئی اماں
بیٹے کو باپ چھوڑ گیا بھائی بھائی کو
غُل تھا رسولؐ آئے ہیں رن میں لڑائی کو

(۸۴)

میداں میں آشکار تھی ہیبت چہار سو
مرغابیاں بھی ڈر سے نہ ٹھہریں کنار جو
بن موت مرتے جاتے تھے لشکر کے زشتخو
منہ میں زبان کو نہ رہی تاب گفتگو
جنگل سے شیر، دشت سے آہو نکل گئے
دنیائے بے ثبات کے نقشے بدل گئے

(۸۵)

یہ ابتری ادھر تھی زمانے میں آشکار
گونجا ادھر کو شیر سا آکر وہ ذی وقار
نعرہ وہ تھا کہ ہل گیا میدان کارزار
گھوڑوں سے تھرتھرا کے گرے خاک پر سوار
ہیبت جری کی سب کے دلوں میں سما گئی
جو مورچے بندھے تھے شکست ان میں آگئی

(۸۶)

آواز دی صفوں سے خبر دار ظالمو!
ہم آئے جنگ کرنے کو ہشیار ظالمو!
اب گرم ہوگا موت کا بازار ظالمو!
قہر خدا ہیں ہم دم پیکار ظالمو!
ہرگز نہیں ہراس دم جنگ کرتے ہیں
تیغ دو دم سے شیروں کو چورنگ کرتے ہیں

(۸۷)

تنہا نہ جانیو ہمیں اے قوم اشقیا
ہر وقت اپنے ساتھ ہے افضال کبریا
فوجوں کو ہم نے جنگ میں زیرو زبر کیا
جھنڈے گڑے ہیں اپنی شجاعت کے جابجا
روشن مثال بدر ہمارا جہاد ہے
خیبر کا معرکہ بھی کہو تم کو یاد ہے

(۸۸)

اسلام کا چمن ہے ہرا اپنے نام سے
نام ونشان کفر مٹا اپنے نام سے
آباد سب جہان ہوا اپنے نام سے
ایماں کا آئینہ ہے صفا اپنے نام سے
پیدا جو مصطفیؐ کو نہ کرتا خدا کبھی
واللہ پھر نہ ہوتے یہ ارض وسما کبھی

(۸۹)

کیا کیا نہ کافروں سے امیر عرب لڑے
پیچھے ہٹے نہ واں سے قدم جس جگہ گڑے
تم خوب جانتے ہو کہ جو معرکے پڑے
خیبر کا در اکھاڑ لیا تھا کھڑے کھڑے
مشہور دور دور ہے زور اس دلیر کا
میں بھی ہوں شیر، شیر الٰہی کے شیر کا

(۹۰)

حد ہے ہمارا دست خداوند انس و جاں
ترساں ہیں جن کے نام سے عالم کے پہلواں
تاباں رہی ہے تیغ ہماری کہاں کہاں
بیرالالم میں جاکے جنوں کو نہ دی اماں
ایماں کے آئینہ نے جلا ہم سے پائی ہے
دنیا میں ہرولی نے ولا ہم سے پائی ہے

(۹۱)

قبضہ میں ہے ہمارے وہ شمشیر آبدار
بجلی کو جس کے خوف سے اک دم نہیں قرار
ہر دم اسی کے خوف سے لرزاں ہیں کوہسار
اس سے خراب ہوگئے ہیں سیکڑوں دیار
دم خم میں بے نظیر ہے حاضر جواب ہے
بحر فنا کی موج ہر اک اس کی ناب ہے

(۹۲)

کثرت پہ اپنی بھولے ہو اے قوم نابکار
روباہوں کو مفر نہیں ضیغم سے زینہار
توڑیں ہم اس کو دم میں جو ہو آہنی حصار
لاشوں سے پاٹ دیں گے یہ میدان کارزار
آگے ہمارے تھم سکو تم کیا مجال ہے
ان بزدلوں سے شیر کا رکنا محال ہے

(۹۳)

تلوار کھینچ لوں تو ہزاروں کے سر کٹیں
ٹکڑے ہوں ہاتھ پاؤں تو قلب وجگر کٹیں
نیزے تمام فوج کے مثل شجر کٹیں
ساری صفیں تمہاری ادھر اور ادھر کٹیں
زندہ نہ چھوڑے صاعقۂ جانستاں تمہیں
مرنے پہ بھی ملے نہ کسی جا اماں تمہیں

(۹۴)

مانو کہا خدا کے غضب سے ذرا ڈرو
سبط رسولؐ حق پہ نہ جور و جفا کرو
روحوں سے اپنی قعر جہنم نہ تم بھرو
ہے اب بھی خیر، شاہ کے قدموں پہ سر دھرو
دیکھو خدا کا قہر ہمارا جلال ہے
پھر تھم سکیں تمہارے قدم کیا مجال ہے

(۹۵)

ماں جس کی فاطمہؑ ہے وہ بے پر حسینؑ ہے
کشتی کائنات کا لنگر حسینؑ ہے
واللہ روح و جان پیمبرؐ حسینؑ ہے
بیکس ہے بے دیار ہے بے گھر حسینؑ ہے
وعدے بھلائے، قول فراموش ہوگئے
دولت کا ہے یہ نشہ کہ بیہوش ہوگئے

(۹۶)

کرسکتا ہے جہاں میں کوئی ہم سے ہمسری
ذرہ ہمارے آگے ہے خورشید خاوری
اس شان سے جو رن میں رجز خواں ہوا جری
دہشت سے پڑ گئی تن اعدا میں تھرتھری
گوشوں میں مارے ڈر کے کماندار چھپ گئے
جانیں بچا کے لاشوں میں مکار چھپ گئے

(۹۷)

سرکردہ ہائے فوج سے تب شمر نے کہا
ہر چند یہ جوان ہے ہمشکل مصطفیٰؐ
تم کو رسولؐ حق کے گھرانے سے کام کیا
دشمن ہیں ہم کو پاس نہیں ان کی آل کا
لازم نہیں ہے رحم، یہ قاتل ہمارے ہیں
سارے بزرگ ان کے بزرگوں نے مارے ہیں

(۹۸)

اب لشکر حسینؑ میں کوئی رہا نہیں
سبط نبیؐ کی جان ہے بانو کا نازنیں
ہوتا جو کوئی ہمدم و غمخوار شاہِ دیں
آتا کبھی نہ لڑنے کو رن میں یہ مہ جبیں
حاکم کو خوش کروگے تو راحت اٹھاؤ گے
مارا اگر اسے تو زر و سیم پاؤ گے

(۹۹)

کی شمر نے فریب کی جس دم یہ گفتگو
آمادہ جنگ پر ہوا اک ایک کینہ جو
غل تھا ادھر کو آنے نہ پائے یہ ماہرو
ہوشیار مورچوں سے رہیں لوگ چارسو
سردار فوج شام لڑائی پہ تل گئے
شقے سیہ نشانوں کے ہر صف میں کھل گئے

(۱۰۰)

تلواریں کھینچ کھینچ کے آگے بڑھے سوار
میدان میں بلند ہوا شور گیر و دار
ہلّہ کیا چھ لاکھ نے تنہا پہ ایک بار
کھینچی ادھر دلیر نے شمشیر آب دار
ہل چل پڑی سپاہ میں، اک ابتری ہوئی
غل تھا کہ کوہ قاف سے باہر پری ہوئی

(۱۰۱)

جوہر نہ تھے، کھلا ہوا تھا خلد کا چمن
شفاف مثل آئینہ، الماس سا بدن
دم خم وہ قہر کا وہ قیامت کا بانکپن
معشوقِ بد مزاج تھی شمشیر صف شکن
نکلا تھا ہاتھ یوسف کنعاں کا چاہ سے
یا صاعقہ جدا ہوا ابر سیاہ سے

(۱۰۲)

تکبیر کہہ کے سبط نبیؐ کا پسر چلا
شیر خدا کی طرح بصد کرّ و فر چلا
بہر شکار آہوؤں پر شیر نر چلا
رہوار رن میں مثل نسیم سحر چلا
شرمائی برق تیزئ رفتار دیکھ کر
شبدیزِ چرخ رک گیا رفتار دیکھ کر

(۱۰۳)

اللہ رے جست و خیز سمند سبک عناں
چالاک اس قدر نہیں شبدیز آسماں
جب اس جری نے باگ اٹھا کر کہا کہ ہاں
مردم کی آنکھ سے ہوا مثل نظر نہاں
چاروں طرف کو فوج میں مثل نظر گیا
دوڑا، جما، اُڑا، اِدھر آیا، اُدھر گیا

(۱۰۴)

ہر صف میں آب تیغ نے طوفاں بپا کیا
ہر اک جہاز عمر غریق فنا کیا
ہر ضرب میں تنوں کو سروں سے جدا کیا
گردن سے نابداں کی طرح خوں بہا کیا
مرکر گرے سوار تو خود رو فرس ہوئے
دو چار، چار آٹھ ہوئے، پانچ دس ہوئے

(۱۰۵)

گردن پہ ناریوں کے جو وہ شعلہ خو پھری
کس تازگی سے چہرے پہ مل کر لہو پھری
اعدا کو ڈھونڈھتی ہوئی وہ جنگجو پھری
کوچوں میں زلف کے جو گئی مشک بو پھری
زن سے گری جو سر پہ توسن سے نکل گئی
گویا سخن کی طرح دہن سے نکل گئی

(۱۰۶)

آتش زباں کے شعلوں سے بھڑکی تھی رن میں آگ
جلتی تھی منھ میں بات لگی تھی دہن میں آگ
تھی آب یا بھری ہوئی تھی اس کے تن میں آگ
دیکھی یہی تھی حضرت موسیٰ نے بن میں آگ
وہ تیز آنچ تھی کہ جہنم بھی گرد تھا
خورشید حشر اس کی حرارت سے سرد تھا

(۱۰۷)

پہنچی جو ہاتھ پر یہ صفائی دکھا گئی
دستانے پر گئی تو کلائی اڑا گئی
ندی لہو کی دشت وغا میں بہا گئی
گرمی یہ تھی کہ خون میں غوطہ لگا گئی
وہ تیغ آبدار جو آتش فشاں چلی
دہشت کے مارے جسم سے اک اک کے جاں چلی

(۱۰۸)

مانند ابر جھوم کے اٹھی برس پڑی
بہنے لگا لہو یہ سروں کی لگی جھڑی
شمشیر تیز دم کی جو چوٹیں پڑیں کڑی
ہر خانۂ بدن میں پڑی تھی دھڑا دھڑی
جھونکے چلے جو دشت میں باد سموم کے
اولوں کی طرح گر گئے سر فوج شوم کے

(۱۰۹)

چلہ چڑھا سکے نہ کماں کش کمان کے
طائر کی طرح ہوش اڑے ہر جوان کے
لالے جنوں کو پڑ گئے تھے اپنی جان کے
سر کی لگائی چوٹ جسے ہاتھ تان کے
دو کر کے تن لعیں کا زمیں میں اتر گئی
پر یہ خبر نہ تھی کہ وہاں سے کدھر گئی

(۱۱۰)

سن سے جو آئی سر پہ صفوں کے، الٹ گئی
الٹیں صفیں ادھر تو ادھر کو پلٹ گئی
دیکھیں جو تیزیاں تو اجل ڈر کے ہٹ گئی
رن کی زمین لاشوں سے اعدا کے پٹ گئی
ثابت تھے ترکشوں میں نہ پر مرغ تیر کے
چہرے کٹے ہوئے تھے سپاہ شریر کے

(۱۱۱)

شپ سے چلی تو برچھیوں والوں کو دو کیا
تیغوں کو کاٹ کاٹ کے ڈھالوں کو دو کیا
تیروں کے پر اڑادیئے بھالوں کو دو کیا
کیسے پیادے اس نے رسالوں کو دو کیا
ثابت نہ ہاتھ تھے نہ کلائی نہ شانہ تھا
جس نے بڑھایا پاؤں اجل کا نشانہ تھا

(۱۱۲)

کج بازوں سے بدی پہ جو وہ کج نہاد تھی
شوخی شرارت اس کو نئے ڈھب کی یاد تھی
ہردم لہو پیوں، یہی اُس کی مراد تھی
فوجِ عدو سے مائل جور عناد تھی
غمزے غضب کے کرتی تھی برناو پیر سے
لی جان رونمائی میں ہر اک شریر سے

(۱۱۳)

مانند برق کوندتی تھی بار بار تیغ
چھپنے کی دیتی تھی نہ لعینوں کو بار تیغ
مثل شرر تھی چار طرف شعلہ بار تیغ
تھا شور سر نہ لے کہیں تن سے اتار تیغ
آمادہ جان لینے پہ وہ جاں گزا ہوئی
چاٹا جو سنگ اور بھی تیزی سوا ہوئی

(۱۱۴)

دستانوں کو دکھائیں جو اس نے صفائیاں
پہونچوں سے ہاتھ اڑ گئے کاٹیں کلائیاں
ریتی پہ اس نے خوں کی بہادی ترائیاں
جھیلے ہوئے تھی بدر و اُحد کی لڑائیاں
رکتی تھی گرز سے، نہ تبر سے، نہ ڈھال سے
نے تیغ، نے زرہ سے، نہ نیزوں کی بھال سے

(۱۱۵)

شمشیر شعلہ بار کی دیکھیں جو تیزیاں
کانپا ہر اس سے پسر سعد بدگماں
آکر تب اس سے کہنے لگے چار پہلواں
مارا ہے اس نے فوج کا نامی ہر اک جواں
دل میں پھپولے ڈالے ہیں اس گلعذار نے
کیا دے گا ہم کو جائیں جو ہم اس کو مارنے

(۱۱۶)

بولا وہ دوں گا اپنے خزانے سے زر تمہیں
جاگیر و مال و خلعت و تیغ و سپر تمہیں
لعل وگہر کروں گا عطا اس قدر تمہیں
ہرگز رہے گی پھر نہ ہوس عمر بھر تمہیں
بولے وہ سب کہ پہلے سند اے امیر دے
جب لائیں سر تو ہم کو جواہر کثیر دے

(۱۱۷)

یہ بات سن کے چاروں سے بولا وہ بے حیا
راضی ہو جس میں تم وہی اپنی بھی ہے رضا
دی فرد مہر کر کے انہیں اور یہ کہا
لو جلد جاؤ اب کہ توقف نہیں روا
حاکم کو خوش کرو گے تو راحت اٹھاؤ گے
مارا اگر اسے تو زر و سیم پاؤ گے

(۱۱۸)

آمادہ قتل پر ہوئے اکبرؑ کے وہ شقی
گھوڑے بڑھا کے فوج سے میداں کی راہ لی
چاروں کو پنجتنؑ سے عداوت جو تھی دلی
للکار کر کہا کہ خبردار اے جری
ہر جا ہماری قوت و طاقت کا شور ہے
گینڈے کی ڈھال چیرتے ہیں ہم، وہ زور ہے

(۱۱۹)

مشہور دور دور ہیں شہروں میں اپنے نام
قائل ہمارے زور کے ہیں ساکنان شام
جنگل میں صید کرتے ہیں شیروں کو ہم مدام
اکبرؑ نے دی صدا نہ کرو لاف کے کلام
پوتا ہوں میں علیؑ کا، جری ہوں، دلیر ہوں
بیشہ میں شیرحق کے پلا جو وہ شیر ہوں

(۱۲۰)

جد ہے ہمارا دست خداوند انس وجاں
ڈرتے تھے جس کے رعب سے عالم کے پہلواں
مانگی ہے جس کی تیغ سے جبریل نے اماں
تاباں رہی ہے تیغ دوپیکر کہاں کہاں
ایماں کے آئینے نے جلا ہم سے پائی ہے
دنیا میں ہر ولی نے ولا ہم سے پائی ہے

(۱۲۱)

قبضہ میں ہے ہمارے وہ شمشیر آبدار
بجلی کو جس کے خوف سے اک دم نہیں قرار
ہردم اسی کے ڈر سے لرزتے ہیں کوہسار
برباد اسی کے دم سے ہوئے سیکڑوں دیار
دم خم میں بے نظیر ہے اورلاجواب ہے
بحر فنا کی موج ہر اک اس کی ناب ہے

(۱۲۲)

سمجھا میں کچھ تمہیں بھی شجاعت کا ہے غرور
اچھااب اورلاف زنی ہے یہ کیا ضرور
جو ہوسکے لڑائی میں کرنا نہ تم قصور
تم ہو نہ دور کچھ، نہ ہمیں ہیں یہاں سے دور
میداں میں آج جوہر تیغ دوسر کھلیں
چوٹیں چلیں تو دونوں کے عیب وہنر کھلیں

(۱۲۳)

یہ سن کے حملہ ور ہوئے چاروں بس ایک بار
اک جانب یمیں گیا اک جانب یسار
گھوڑا بڑھا کے پشت پہ اک آیا نابکار
بر رو مقابلہ میں رہا ایک بدشعار
تنہا سمجھ کے دشت وغا میں دلیر کو
چار آہوؤں نے گھیر لیا ایک شیر کو

(۱۲۴)

خیمے سے تک رہے تھے سوئے دشت شاہِ دیں
میداں میں دیکھا چاروں کو جاتے ہوئے جو نہیں
دل سے کہا پسر کی بس اب خیریت نہیں
تنہا سے جنگ کرنے کو نکلے ہیں یہ لعیں
روکر دعا یہ دی پسر لالہ فام کو
یارب بچاتو ان سے مرے تشنہ کام کو

(۱۲۵)

یہ کہہ کے جھپٹے جانب میداں شہؑ امم
آئے پسر کے پاس امامؑ فلک حشم
تسلیم کی حسینؑ کو اکبرؑ نے ہو کے خم
بولے یہ مسکراکے شہنشاہ باکرم
حیدرؑ بھی کافروں سے لڑے تھے اسی طرح
جنگ جمل میں کھیت پڑے تھے اسی طرح

(۱۲۶)

تم بھی نبیرۂ اسد کردگار ہو
نام و نشانِ حیدرؑ عالی وقار ہو
دشمن بھی مرحبا کہیں وہ کارزار ہو
دستِ خدا کا زور خفی آشکار ہو
شوکت عیاں علیؑ کی دم جنگ کیجیؤ
چاروں کو ایک وار میں چورنگ کیجیؤ

(۱۲۷)

سبط نبیؐ کو دیکھ کے بولے وہ بدخصال
اکبرؑ کے ساتھ کیجئے گا آپ بھی جدال
یوں دُرفشاں زباں سے ہوا فاطمہؐ کا لال
تم سے کروں میں جنگ، نہ اس کا کروخیال
چار آئیں لڑنے ایک سے دیکھا کہیں نہیں
مل کر لڑیں یہ شیوۂ مردانِ دیں نہیں

(۱۲۸)

شیر خدا کے شیر نے جس دم کہی یہ بات
چنگھاڑے مثل دیو سیہ رن میں بد صفات
بولے عدو کہ قطع کرو رشتۂ حیات
سنبھلا یہ سن کے زین فرس پر وہ نیک ذات
آیا جو غیظ صاف بل ابرومیں پڑ گئے
رہوارِ بے بدل کے بھی تیور بگڑ گئے

(۱۲۹)

دہنے پہ جو تھا وار کیا اس نے تیغ کا
یعنی کہ دست شیر کو پنجے سے دوں اڑا
بائیں پہ بہر جنگ جو آیا تھا بے حیا
مارا اسی نے دوڑ کے اک خنجر جفا
گھوڑا ادھر دلیر کا کل کی طرح پھرا
دشت وغا میں پیک اجل کی طرح پھرا

(۱۳۰)

دیکھا جو پہلوانوں نے خالی گئے یہ وار
موذی کی طرح کھانے لگے بل سیاہ کار
گھوڑا لگاکے کاوہ پہ بولا وہ گلعذار
ہشیار ہوکہ چلتی ہے اب تیغ شعلہ بار
یہ کہہ کے تیز دستی کا جوہر دکھا دیا
ہاتھ ایک کا تو دوسرے کا سر اڑادیا

(۱۳۱)

دونوں جو ایک بار گرے مرکے خاک پر
آیا جھپٹ کے پشت پہ تھا جوکہ بد گہر
نیزہ کا وار کرکے ہٹا تھا وہ خیرہ سر
بجلی سی آئی فرق پہ شمشیر کوند کر
سر سے اتر کے زیں پہ نہ مرکب کے رک گئی
تھا وقت ظہر، خاک پہ سجدے کو جھک گئی

(۱۳۲)

دو ہو کے خاک پر مع مرکب جو وہ گرا
آیا وہ سامنے جو پئے جنگ تھا کھڑا
دل سے کہاکہ موڑنا منھ کو نہیں روا
دل کھول کر لڑوکہ نکل جائے حوصلہ
گو بے پناہ گرتی ہے تلوار شیر کی
شاید ہو میرے ہاتھ قضا اس دلیر کی

(۱۳۳)

مشہور پہلوانوں میں نامی تھا وہ جواں
آیا مقابلہ کو دلاور سے ناگہاں
گرزگراں اٹھا کے پکارا وہ پہلواں
یہ ضرب وہ ہے مانگتے ہیں جس سے سب اماں
اکبرؑ پکارے ماروں گا تجھ کو پچھاڑ کے
تو کیا ہے،ہم نے پھینکا ہے خیبر اکھاڑ کے

(۱۳۴)

مارا شقی نے گرز دلاور کے فرق پر
اکبرؑ میں تھا جو زور ید اللہ کا اثر
دست قوی میں تھام کے وہ گرز گاؤسر
جھٹکا دیا کہ منھ کے بھل آیا زمین پر
دے کر کمر میں ہاتھ جری نے اٹھالیا
اک غل ہوا کہ دیو پری نے اٹھالیا

(۱۳۵)

بولے حسینؑ چھوڑنا اس کو نہ زینہار
دشمن کے مارنے کی یہی جا ہے میں نثار
یہ سن کے پھینکا سوئے فلک اس کو ایک بار
گرنے لگا توسن سے چلی تیغ آبدار
مارا کمر پہ ہاتھ جو اکبرؑ نے تان کے
گولہ کی طرح جسم گرا دھڑ سے آن کے

(۱۳۶)

دیکھی جو سب نے جرأت ہم شکل مصطفیٰؐ
کانپے مثال بید جوانان پُر دغا
میدان میں بلند ہوا شور مرحبا
بشاش ہوگیا خلف ابن مرتضیٰؑ
دیکھا جو فتح یاب اس عالی جناب کو
اک عید ہوگئی خلف بوترابؑ کو

(۱۳۷)

خوش خوش ادھر تو خیمے کو سبط نبیؐ پھرے
نرغے میں اہل شام کے اکبرؑ ادھر گھرے
گھوڑا اٹھا کے فوج میں بس یہ بھی جا گرے
لشکر کے اس سرے تھے کبھی، گاہ اس سرے
گل سے بدن پہ تیغ وتبر پڑتے جاتے تھے
پر یہ مثال شیر خدا لڑتے جاتے تھے

(۱۳۸)

ناگہ کسی کی تیغ چلی فرق پاک پر
چہرہ دلیر کا ہوا سارا لہو میں تر
دامن سے پوچھتا تھا ابھی خوں وہ شیر نر
جو برچھی دل سے پار ہوئی سینہ توڑ کر
اٹھا جو درد سینے میں دم رک کے رہ گیا
گردن پہ راہوار کے سر جھک کے رہ گیا

(۱۳۹)

زخمی جو قلب اکبرؑ یوسف لقا ہوا
درد جگر سے زرد رخ باصفا ہوا
سارا لہو سے لال بدن چاند سا ہوا
ہرنے پہ اور ڈھل گیا منکا ڈھلا ہوا
غش آیا اور پیاس کی شدت سوا ہوئی
باگ ہاتھ سے، رکاب قدم سے جدا ہوئی

(۱۴۰)

حضرت کو دی صدا، شہؑ والا مدد کو آؤ
بیمار جاں بلب ہے، مسیحا مدد کو آؤ
اے نور چشم حیدر و زہراؑ مدد کو آؤ
مشکل ہے سخت بیٹے پہ، بابا مدد کو آؤ
قوت جدا ہوئی ہے تن زخم دار سے
اب عنقریب ہے کہ گروں راہوار سے

(۱۴۱)

یہ کہہ کے دونوں ہاتھوں سے تھاما دل وجگر
گھوڑے سے تھرا تھرا کے گرے فرش خاک پر
بسمل سا لوٹنے لگا وہ غیرتِ قمر
گل سی قبا لہو سے ہوئی ساری تر بتر
لب برگ گل سے پیاس میں کمہلا کے رہ گئے
ہنگام جانکنی ہوا غش کھا کے رہ گئے

(۱۴۲)

دوڑے ادھر سے شاہؑ عمامہ اتار کے
ہے ہے کبھی کہا، کبھی روئے پکار کے
دنیا سیہ تھی ہجر میں اس گلعذار کے
چلاتے تھے یہ ہاتھ کو سینہ پہ مار کے
بابا بغیر خلق سے بیٹا نہ جائیو
منزل عدم کی سخت ہے تنہا نہ جائیو

(۱۴۳)

پہنچی جو لاش پر تو یہ دیکھا پسر کا حال
ہونٹوں پہ جاں ہے، خوں میں ہیں تر گیسوؤں کے بال
چھاتی میں گھاؤ پشت کے باہر سناں کی بھال
زخم جگر پہ ہاتھ بدن ضعف سے نڈھال
تن کانپتا ہے جب نفس سرد بھرتے ہیں
منھ کھولتے ہیں گاہ کبھی بند کرتے ہیں

(۱۴۴)

کوتل کھڑا ہے پہلوئے مجروح میں عقاب
پامال کر رہی ہے اجل گلشن شباب
زخمی کے سوکھے حلق کو ہے آرزوئے آب
ٹکڑے جگر سناں سے ہے دل پیاس سے کباب
تر ہے لہو بھرا ہوا ماتھا پسینے سے
ہچکی کے ساتھ خون ابلتا ہے سینے سے

(۱۴۵)

چلائے شاہؑ، ہائے مرے نونہال ہائے
دیکھوں کن آنکھوں سے میں تمہارا یہ حال ہائے
جلتی زمیں پہ لوٹتے ہو میرے لال ہائے
کرتے ہو خلق سے مری جاں انتقال ہائے
وقت اخیر بیکس و تنہا سے مل تو لو
گردن میں ہاتھ ڈال کے بابا سے مل تو لو

(۱۴۶)

چونکا یہ سن کے غش سے وہ مجروح وتشنہ کام
کی عرض میہماں کوئی دم کا ہے یہ غلام
اٹھنے کا ذکر کیا کہ نہیں طاقت کلام
لے چلئے مجھ کو خیمے میں یا سرورؑ انام
حضرت کو دیکھا ان کے بھی دیدار دیکھ لیں
اماں کو اور پھوپھی کو پھر اک بار دیکھ لیں

(۱۴۷)

شہؑ نے اٹھائی لاش علی اکبرؑ حسیں
گھوڑا زمیں پہ بیٹھ گیا بادل حزیں
رکھ کر فرس پہ لاشۂ فرزند مہ جبیں
آہستہ تھاما جسم کو صدمہ نہ ہو کہیں
دست یسار گردن انور میں ڈالے تھے
دست یمیں سے سینۂ زخمی سنبھالے تھے

(۱۴۸)

تھے دونوں پاؤں بے حرکت اور خم کمر
تھرا رہے تھے بازوئے زخمی اِدھر اُدھر
جب درد سے کراہتا تھا وہ نکو سیر
گھبرا کے سانس دیکھتے تھے شاہؑ بحر وبر
آنکھیں تھیں بند غنچہ صفت منھ کھلا ہوا
دوش پدر پہ چاند سا منکا ڈھلا ہوا

(۱۴۹)

پیدل چلے پسر کو سنبھالے ہوئے امامؑ
تھم کر قدم اٹھاتا تھا شبدیز تیز گام
پہنچے قریب خیمہ جو شبیرؑ تشنہ کام
فضہؑ پکاری اے حرم سید انام
دوڑو! کمائی لٹ گئی اٹھارہ سال کی
آتی ہے لاش اکبرؑ یوسف جمال کی

(۱۵۰)

بیٹے کو رن سے لاتے ہیں سلطانؑ بحروبر
دیکھیں پسر کو، زینبؑ ناشاد ہیں کدھر
بانوئے نامدار کو جلدی کرو خبر
بہنیں کدھر ہیں، دیکھ لیں بھائی کو اک نظر
ہے برچھیوں سے دل بھی جگر بھی چھنا ہوا
شہزادہ میرا آتا ہے دولہا بنا ہوا

(۱۵۱)

دوڑے یہ سن کے پیٹتے ناموس مصطفیؐ
ہے ہے کا غل ہوا کہ فلک کانپنے لگا
زینبؑ تھیں آگے آگے کھلے سر برہنہ پا
پیچھے تمام بیبیاں با نالہ و بکا
سب ایک بار گھر سے کھلے سر نکل پڑے
حوروں کے غول خلد سے باہر نکل پڑے

(۱۵۲)

دیکھا یہ حال جب تو پکارے شہؑ زمن
ہاں ہاں! ابھی نہ روؤ، یہ کیا کرتی ہو بہن
زندہ ابھی ہے اکبرؑ ناشاد و بے وطن
زینبؑ! کہیں خفا نہ ہو تم سے یہ صف شکن
ہم نے تو ہر ملال میں شکر خدا کیا
تم سر برہنہ کیوں نکل آئیں یہ کیا کیا

(۱۵۳)

سب لاش سے لپٹ گئیں رانڈیں بصد الم
ماں جھک کے چومنے لگی لٹکے ہوئے قدم
نبضوں پہ ہاتھ رکھے تھی زینبؑ اسیر غم
کہتے تھے رو کے شاہؑ یہ مہماں ہیں کوئی دم
رہوار سے اتار کے اب گھر میں لے چلو
سب مل کے ان کو خیمہ اطہر میں لے چلو

(۱۵۴)

اکبرؑ نے آنکھیں کھول کے دیکھا ہر اک کا حال
مادر کو روتے دیکھ کے رویا وہ خوشخصال
باہر پھوپھی کے آنے کا صدمہ ہوا کمال
فاخرؔ خموش اب کہ نہیں طاقت مقال
خنجر ملال کا دل زخمی پہ چل گیا
گھوڑے سے لاش اتارتے ہی دم نکل گیا

(از بستۂ مراثی سید محمد افضل رضوی جارچوی صاحب)

ہاتھ تلوار تک آ پہنچا ہے

ندیؔ الہندی

تھرتھراتے ہوئے کہتے ہیں عدو
دیکھئے خوف سے سناٹا ہے
سنتے ہیں ضیغمِ شبیرؑ کا اب
ہاتھ تلوار تک آ پہنچا ہے

رباعی

ندیؔ الہندی

دنیا میں سعیدِ ازلی بن جاؤ
غمخوارِ ولی ابنِ ولی بن جاؤ
شبیرؑ کے مقصد کی حفاظت کرکے
انصارِ حسینؑ ابنِ علیؑ بن جاؤ

التماس ترحیم

مومنین کرام سے گزارش ہے کہ ایک بار سورۂ حمد اور تین بار سورۂ توحید کی تلاوت فرما کر جملہ مرحومین خصوصاً **مرزا محمد اکبر ابن مرزا محمد شفیع** کی روح کو ایصال فرمائیں۔

محمد عالم: نکّر پرنٹنگ اینڈ بائنڈنگ سینٹر

حسین آباد، لکھنؤ